Lesson 10: At-Tawbah (Ayaat 117- 129): Day 38 سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ کی تفسیر

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ چاروں طرف اتنا بیگاڑ ہے ہماری کوششوں سے کیا ہوگا۔ کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کر سکیں۔ کیا آپ کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے؟

کس طرح سے پوری دنیا میں مسلمانوں کے زوال کو ہم عزّت اور ترقی میں بدلیں، اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً‌ ؕ فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآٮِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصّہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے ﴿۱۲۲﴾

غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں پر اتنی پکڑ ہوئی کہ اس کے بعد یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ اس کے بعد جب جنگ کا حکم ہو گا تو سارے ہی نکل پڑیں گے۔ جب سارے نکل پڑیں گے تو جو باقی کام ہے وہ کون کرے گا۔ میدان جنگ میں جب بھی جانے کا حکم ہو تو اس میں وقت اور حالات کا خیال رکھا جائے گا۔

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّ نِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾ یہ بدوی عرب کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور ان کے معاملہ میں اس امر کے امکانات زیادہ ہیں کہ اس دین کے حدود سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے﴿۹۷﴾

یہاں ہم نے دیکھا تھا کہ مدینہ میں رہنے والے لوگوں کو نبیؐ کے ساتھ رہنے کا موقع زیادہ مِلا، لوگوں نے اللہ کے نبیؐ کے ساتھ سے فائدہ اٹھایا، لیکن اس کے برعکس ارد گرد کے دیہات جہاں بدو اور غریب اور کمزور لوگ رہتے تھے ان تک دین کی بات نہیں پہنچتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں میں نفاق کا مرض تھا۔

علم کی کمی نفاق کا ذریعہ بنتی ہے انسان کو اپنے فائدہ اور نقصان کا پتہ نہیں چلتا۔ یہاں اللہ سبحانہ و تعالی نے ایک طریقہ بتا دیا کہ کیا دیہاتوں اور بستیوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں!

نبیؑ بڑے شہروں اور بستیوں میں بھیجے جاتے تھے۔ کیوں؟ تا کہ وہاں کے لوگ ٹھیک ہو جائیں تو باقی لوگ ان کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بڑے شہروں میں نبیؑ آئیں گے تو ان کے ساتھ جو کام کریں گے فیض حاصل کریں گے وہ بھی وہیں کے لوگ ہو جائیں گے۔ دین اوپر کی سطح پر پھیلے گا۔

جب تک علم کا پانی سوسائٹی کی جڑوں اور بنیادوں تک نہیں جائے گا، تبدیلی نہیں آئے گی۔

کچھ لوگ ہر بستی سے نکلے انہوں نے اللہ کے نبیؐ سے علم سیکھا اپنے اندر پختگی پیدا کی۔

خود سیکھیں اور دوسروں کو سیکھانا سیکھیں۔ پھر جو جس بستی سے آیا تھا وہاں واپس آئیں اور پھر اپنی بستی میں علم سکھائیں۔

دین کا کام کرنے والے عالم دین کی طرح ہوتے ہیں۔ عالم یا ٹیچر سوسائٹی کا صدر ہیں۔ ہر بندے کی ہمت یا صلاحیت نہیں ہے کہ علماء کرام تک پہنچ سکیں۔ اس لئے ہر علاقے اور سوسائٹی کے لوگوں کو علم سیکھ کر دوسروں کو سکھانا چاہئیے۔

اللہ کے نبیؐ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے لوگ تیار کیے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ دیکھیں، میں پیچھے کیا چھوڑ رہی ہوں۔

What I am leaving behind.

اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں؛

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصّہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کریں ﴿۱۲۲﴾

سارے جنگوں میں نہیں جائیں گے۔ سب کی ہر وقت ضرورت نہیں ہوتی۔ جنگ تو ہر وقت نہیں ہوتی لیکن علم کے جہاد کی ضرورت ہر وقت ہوتی ہے۔ جنگ میں لڑنے کے لیے ایک خاص پروٹوکول ہوتے

ہیں جیسے عورتیں اور بوڑھے یا معذور جنگوں میں نہیں جاتے اور بچّوں کا جنگوں میں کوئی کام نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس علم کے لیے نہ تو عمر کی کوئی قید ہے نہ جنس کی کوئی بات ہے۔

حدیث کا خلاصہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جب ہم دین کی سمجھ اور علم کو عام لوگوں کے لیول پر لا کر پہنچانے کی کوششیں کریں گے تو زیادہ لوگوں کی ضرورت پڑے گی لیکن میدان جنگ کے لیے چند سپاہیوں کی ضرورت ہو گی۔ لیکن علم کا کام ہر وقت ہر روز کا کام ہے۔ نبی کریمؐ نے 13 سالہ مکّی زندگی میں لوگوں کو قرآن کا خاص پیغام دے دیا تھا۔مکّی قرآن زیادہ ہے مدنی سے، مکّی سورتیں زیادہ ہیں۔ تزکیہ ہوا۔ 13 سال ان کی خوب رگڑائی ہوئی۔ ایک پر ایک آیت آتی تھی جو بندے کے اندر کے پول کھول دیتی تھی۔ 13 سال میں تیّاری ہو گئی تھی نبی کریمؐ کے پاس ایک چوٹیں کھایا ہوا گروپ تیّار ہو گیا تھا۔ پھر ان سے ہجرت کا کہا، کہ بھلا ہم دیکھتے ہیں تم اللہ کے دین کے لیے کیا چھوڑ سکتے ہو۔ ان کے بغیر بھی اللہ کے نبیؐ کی اللہ مدد کر سکتا تھا۔

جو فرشتے بدر کے میدان میں اترے کیا وہ اب نہیں اتر سکتے تھے، براق آیا جو ہجرت سے سال ڈیڑھ سال پہلے اللہ کے نبیؐ کو سدرۃ المنتھیٰ تک لے گیا۔ کیا وہ اب نہیں آسکتا تھا؟ وہ مکہ سے مدینہ نہیں لے جا سکتا تھا؟

لیکن نہیں اللہ نے نبی کے ذریعہ کر کے دِکھایا کہ کسی جگہ دین کا نفاذ مرحلوں سے ہوتا ہے۔ قدم بھی اُٹھانے پڑتے ہیں، پیاس بھی لگتی ہے، بھوک بھی لگتی ہے۔ تکلیفیں بھی سہنی پڑتی ہیں۔ کیوں کہ اللہ لوگوں کو تیّار کر رہا ہوتا ہے۔

مسجد نبوی کی بنیاد کیوں ڈالی، کیوں کے ٹیم تیار تھی اب ایک مرکز چاہیئے تھااور مرکز بھی ایسا کہ جس پر کسی کا بوجھ نہ ہو، لوگ پیغام کو نہ بدلوادیں۔

تیسری چیز لوگ تیاّر ہیں، جگہ بھی تیاّر ہے۔اب کرنا کیا ہے؟اس کے لیے اللہ کے نبیؐ نے میثاقِ مدینہ کی صورت میں وہاں کے رہنے والوں سے پورا ایک وعدہ یا معاہدہ لیا تھا۔

دین کا کام سسٹم کے ساتھ پھیلتا ہے، آج دین بہت ہے ترتیب نہیں ہے۔لوگ پڑھنے سے پہلے پڑھانے لگ جاتے ہیں۔ نیم حکیم، خطرہ جان۔

ٹرینگ لینے سے پہلے ادارے کھول لیتے ہیں۔پھر ہر گروہ اپنے فرقے کو پھیلانے لگ جاتا ہے۔

فرقہ کہتے ہیں بڑے گروہ کو۔طائفہ کہتے ہیں چھوٹے گروہ کو یعنی جماعت۔

ہر بڑے گروہ میں سے کچھ چھوٹے گروہ والے لوگ نکلیں۔تا کہ دین کی تعلیم حاصل کرلیں۔فقہ کو جان لیں۔فقہ سے مراد سمجھ بوجھ۔

علم اور فقہ میں فرق ہے، علم وسیع ہے wide spreaded

فقہ کہتے ہیں basics سمجھ آجائیں۔

دین کا علم سیکھنے سے مراد ہے ہر بندہ اپنی حیثیت کے مطابق دین سیکھے۔مثلاً؛ نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔ہم سب کو آنا چاہیے۔ماں کو اسلامی طریقہ سے بچوں کی تربیّت کرنا آنی چاہیے۔

ہر بندہ عالم نہیں بنے گا۔

نبی کریمؐ نے صحابہ کو کبھی 10 سال کے کورس نہیں کروائے تھے، صحابہ آتے تھے کچھ دن رہتے اور دین کی سمجھ بوجھ لے کر واپس چلے جاتے تھے۔ایک دفعہ ایک شخص آیا کہنے لگا اللہ کے نبی مجھے دین سکھائیں آپ نے اسے نماز، روزہ، حج سکھا دیا۔وہ کہنے لگا اللہ کے نبیؐ جو آپ نے کہا ہے وہ کبھی چھوڑوں گا نہیں اور جو آپ نے نہیں کہا وہ کبھی کروں گا نہیں۔

جب وہ واپس جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا جو یہ کہہ کر گیا ہے اگر یہ کرے تو یہ جنتی ہے۔

قرآن کے پانچ حق ہیں۔

سورۃبقرہ آیت 121

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اُسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾

حضرت عمرؓ کسی کو دکان نہیں کھولنے دیتے تھے جب تک وہ شخص احادیث کی روشنی میں تجارت کا علم نہیں سیکھ لیتا تھا۔

۔۔۔پھر وہ بچ بھی جائیں گے۔

آپ کے بچے کالج میں جاتے ہیں۔وہاں دوسرے مسلم بچے ملتے ہیں۔ بگڑے ہوئے بچے ہوتے ہیں، آپ کے بچے ان کے داعی بنیں گے۔یہ ایسے پھیلے گا جیسے دل سے خون پمپ ہوتا ہے۔دل کے قریب

نالیاں موٹی ہوتی ہیں۔ جسم کے دوسرے حصّوں تک خون پہچانے کے لیے اللہ نے arteries بنائی ہیں
۔ بالکل آخر میں ایک جال بن جاتا ہے یہی علم کا طریقہ ہے۔

Focused ہو کر کچھ لوگ سیکھیں پھر باقی لوگوں کو سکھائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾

اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی
(یعنی محنت و قوت جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیز گاروں کے ساتھ ہے ﴿١٢٣﴾

اس میں اشارہ ہے کہ نبیؐ کی دعوت اب بین الا قوامی بن رہی ہے۔ اسلام کی سرحدیں اَب پھیلتی جارہی
تھیں۔

اسلامی حکومت اب تبوک تک پہنچ رہی ہے۔ میٹھا میٹھا پیار پیار بہت کہہ لیا۔ 13 سال خوب ماریں کھا
لیں۔ اب جو تم سے لڑتا ہے اس سے لڑو۔

قریبی لوگوں سے بات کرو۔ قریب والوں سے دعوت کا آغاز کرنا چاہیے۔

اس طرح جنگ کی بات آئے گی تو قریب والوں سے پہلے نپٹنا ہے۔

مسلمانوں کی خارجہ پولیسی بتائی گئی ہے۔

ہمیشہ اپنے قریب کی فکر کریں آپ نے دین کا علم سیکھ لیا ہے یا سیکھ رہی ہیں تو اب اپنے بچوں کی اور پھر شوہر کی فکر کریں۔اُن کے لئے فکر مند ہوں۔

آیت 39 سورۃ انفال

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ---

اے ایمان لانے والو، ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔۔۔

تو کفر اور شرک کے خاتمہ کے لیے بھی لڑائی ہو گی اور اگر کوئی آپ کو چھیڑتا ہے مسلمانوں پر حملہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ بھی لڑائی ہو گی۔

اگر تقویٰ ہو گا تو اللہ مدد کرتا ہے۔

مومن کی قرآن سنتے وقت کی کیفیت؛

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزاء کرتے اور) پوچھتے کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے۔ سو جو ایمان والے ہیں ان کا ایمان تو زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں ﴿١٢٤﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾

اور جن کے دلوں میں مرض ہے، ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر ﴿١٢٥﴾

نبیؐ کی عادت تھی کہ جب بھی قرآن پاک نازل ہوتا۔ آپؐ اسے خود یاد کرتے پھر ارد گرد والے لوگوں سے بانٹتے تھے۔ آپؐ جب قرآن دوسروں کو سکھاتے اور پڑھاتے تو وہ لوگ جن کے دل میں اسلام کی محبت تھی وہ تو بڑے غور سے سنتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ جبکہ منافقین کا رنگ ڈھنگ اور ہوتا تھا وہ جاتے تو اس لیے تھے کیوں کہ حاضری کا حکم تھا، نہ شامل ہوتے تو منافقت کا راز کھل جانا تھا، مگر ان کو حدیث اور آیات سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی تھی۔

جب آپؐ قرآن پڑھ کر سناتے تھے۔ وہ بد دلی سے بیٹھتے، اپنے آپ کو حاضرین میں شمار کرنے کے لیے، ان کو بس فکر ہوتی کہ جلدی سے یہاں سے بھاگ جائیں۔ اللہ تعالی یہاں انہی لوگوں کی بات کر رہے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں کہ اس میں ہماری اپنی فلاح اور خیر ہے۔

کتنی بڑی نعمت ہے جو اس قرآن اور اس پیغمبرؐ کے ذریعہ سے ہمیں مل رہی ہے۔ اور اپنی چھوٹی سی دنیا میں یہ اتنے غرق ہوئے ہیں کہ یہ خوبصورت گائیڈ لائن چھوڑ کے یہ دنیا کی طرف بھاگتے ہیں۔

یہ قرآن تھا جس نے عرب کے ریگستان سے لوگوں کو اٹھایا اور وہ پوری دنیا کے امام بن گئے۔

قرآن ہمارے ساتھ وہی معاملہ کرے گا، جو ہم قرآن کے ساتھ کریں گے۔ ہم اس کے ساتھ پیار کرتے ہیں تو یہ ہمارے ساتھ پیار کرتا ہے۔ ہم اس کو محبت دیتے ہیں تو یہ ہمیں محبت دیتا ہے۔

ان کے نفاق کی اللہ نے تصویر کھینچی ہے کہ ان کو کیوں سمجھ نہیں آتا کہ اللہ کا نبیؐ ہمارے لیے رحمت بن کر آیا ہے۔

اَوَلَا یَرَوۡنَ اَنَّهُمۡ یُفۡتَنُوۡنَ فِیۡ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوۡ مَرَّتَیۡنِ ثُمَّ لَا یَتُوۡبُوۡنَ وَلَا هُمۡ یَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اِس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں﴿۱۲۶﴾

منافق سے ایک نیکی کا موقع چھوٹ جاتا ہے تو اگلا بھی چھوڑ دیتا ہے۔

ہر نیکی کے چھوٹنے پر نیت کرتا ہے کہ اگلی کروں گا لیکن اگلی پھر چھوڑ دیتا ہے۔

وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ نَّظَرَ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ ؕ هَلۡ یَرٰىكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾

جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں کہ کہیں کوئی تم کو دیکھ تو نہیں رہا ہے، پھر چپکے سے نکل بھاگتے ہیں اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں﴿۱۲۷﴾

یعنی قتال کا کوئی حکم آتا ہے، کوئی مشکل نیکی کا موقع آتا ہے تو وہاں سے کھسک جاتے ہیں۔ منافقوں کے دل نبیؐ کی محفل میں نہیں لگتے۔ مشکل حکم پر نکل جاتے تھے اور نکل کر خوش ہوتے تھے۔

جب دین کی روح پیدا نہیں ہوتی تو دین کے کام کرنے مشکل لگتے ہیں۔

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے ﴿۱۲۸﴾

نبی ﷺ کا معاملہ اپنی امت سے محبت کا ہے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِىَ اللّٰهُ ‌ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ‌ ؕ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۲۹﴾

اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبیؐ، ان سے کہدو کہ "میرے لیے تو بس اللہ کافی ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہی، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرش عظیم کا" ﴿۱۲۹﴾

بندہ مومن کا سہارا اللہ ہوتا ہے اس کو اللہ کافی ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی آس پر نہ کوئی کام شروع کرتا ہے نہ چھوڑتا ہے۔ کام تب ہی ہوتا ہے جب اللہ پر توکل ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی صفات:

اللہ تعالی کہتے ہیں حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ نبیؐ شفیق اور مشفق باپ کی طرح تھے۔ مکہ میں اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کو نبیؐ کی بات پر اتنا یقین تھا کہ آپؐ کے کہنے پر وقت کے رواج، معاشرے، خاندان، برادری سب سے ٹکرا گئے۔ ایسے وقت میں بہت ساری مشکلات آئیں لیکن نبیؐ کے ایک دفعہ کہنے پر کہ لوگوں میں تمہیں جنّت کا وعدہ دیتا ہوں لوگ پیچھے نہیں ہٹے۔

نبیؐ کا ذکر سورۃ کے آخر میں آیا، کیوں؟

دیکھو! آپؐ اپنے ساتھیوں کو مشکل میں نہیں ڈال سکتے۔

وہ ؐتم پر مہربان ہیں، وہ تم سے پیار کرتے ہیں۔

مَا عَنِتُّمۡ ع۔ن۔ت۔ ایسی چیز جس سے انسان کو دنیا اور آخرت میں تکلیف ہو۔ یہ ایک داعیِ دین کی تڑپ ہے جس کے بغیر دین کا کام نہیں ہو سکتا۔ اگر لوگوں کو دین کی طرف بلانے والا تڑپے گا تو تڑپائے گا بھی۔

فطرت نے تجھے دو کام دیے ہیں تڑپنا بھی اور تڑپانا بھی۔

اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو یہ نعمت دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شاید یہ اچانک کی دولت ہے لیکن نہیں یاد رکھیں پہلے آپ تڑپیں گے پھر تڑپائیں گے۔ آپ کی آواز میں تڑپ پیدا ہی تب ہوتی ہے جب آپ کا دل تڑپ رہا ہوتا ہے۔ اگر ہم اندر سے ٹھنڈے ہیں پھر اپنے ٹھنڈے ہونے کو گنہگار سمجھ لیتے ہیں۔

ہم نیک وہ گناہگار، ہم متقی وہ فاجر، ہم مومن وہ فاسق۔ پھر کبھی بھی حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ والی کیفیت نہیں آئے گی۔ آپؐ کی حرص تھی کہ لوگ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔ نبی کریمؐ نے لوگوں کو بتانے کی ہر ممکن کوشش کی لوگ نہیں مانے یہ ان کا نصیب تھا۔

اللہ ہمیں بھی لوگوں کی خیر و عافیت کا حریص بنا دے۔

حدیثیں:-

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ جو پرندہ اُڑ کر نکلتا اس کا علم بھی آپ ہمیں کر دیتے“۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جنت سے قریب کرنے والی اور جہنم سے دُور کرنے والی تمام چیزیں میں تم سے بیان کر چکا ہوں"۔(مسند احمد:162،153/5: صحیح)

آپؐ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ حرام کیا ہے وہ عنقریب تم پر ظاہر کر دینے والا ہے اور اس کی باز پرس قطعاً ہونے والی ہے۔ جس طرح پتنگے اور پروانے آگ پر گرتے ہیں اس طرح تم بھی گر رہے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں"۔ (مسند احمد:424،390/1: حسن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سوئے ہوئے ہیں تو دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک پاؤں کی طرف بیٹھتا ہے دوسرا سرہانے۔ پھر پاؤں والا سرہانے والے سے کہتا ہے۔

اِسؐ کی اور اِسؐ کی اُمّت کی مثال بیان کر واُس نے فرمایا: "یہ مثال سمجھو کہ ایک قوم سفر میں ہے ایک چٹیل میدان میں پہنچتی ہے جہاں ان کا سامان خوراک ختم ہو جاتا ہے اب نہ تو آگے بڑھنے کی قوت، نہ پیچھے ہٹنے کی سکت۔ ایسے وقت ایک بھلا آدمی اچھے لباس والا ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بیابان سے چھٹکارا دِلا کر ایسی جگہ پہنچا سکتا ہوں۔ جہاں تمہیں نتھرے ہوئے پانی کے لبالب حوض اور میووں کے لدے ہوئے درخت اور ہری بھری لہلہاتی کھیتیاں ملیں بشرطیکہ تم میرے پیچھے ہو لو۔ انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور وہ انہیں ایسی ہی جگہ لے گیا وہاں انہوں نے کھایا پیا اور خوب پھلے پھولے۔

اَب اِسؐ نے کہا۔ دیکھو میں نے تمہیں اس بھوک پیاس سے نجات دلائی اور یہاں امن چین میں لایا۔ اب ایک اور بات تم سے کہتا ہوں وہ بھی مانو۔ اس سے آگے اس سے بھی بہتر جگہ ہے وہاں کے حوض، وہاں کے میوے، وہاں کے کھیت، اس سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ ایک جماعت نے تو اسے سچا مانا اور وہاں کر لی۔ لیکن دوسرے گروہ نے اسی پر بس کر لیا اور اس کی تابعداری سے ہٹ گئے"۔ (مسند احمد:268)

نبی کریمؐ اپنے لوگوں سے بہت پیار کرتے تھے۔اِس کا واقعہ سُن لیں۔

ایک اعرابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لیے آپؐ سے امداد طلب کی۔ آپ نے اسے بہت کچھ دیا پھر پوچھا: "کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا"؟اس نے کہا: "کچھ بھی نہیں اس سے کیا ہو گا"؟صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بگڑے۔ قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا گھر پر تشریف لے گئے۔وہیں اسے بلوا لیا۔ سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا: "کہو اب تو خوش ہو"؟اس نے کہا "" ہاں اَب دل سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو آپؐ کے اہل وعیال میں ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :سنو!تم آئے۔ تم نے مجھ سے مانگا، میں نے دیا، پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی رضی اللہ عنہم تم سے نالاں ہیں۔ اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کر لیا۔اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضامندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تا کہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے"۔اس نے کہا" :بہت اچھا"۔

چنانچہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آپ کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا، میں نے ایسے دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا تھا، تو اس نے ایسا جواب دیا تھا جو تمہیں ناگوار گزرا۔ میں نے اسے پھر اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا۔ تو یہ خوش ہو گیا۔ کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے"؟اس نے کہا" :ہاں یارسول اللہ ﷺ ، اللہ تعالیٰ آپ

کو ہمارے اہل و عیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ جزاک اللہ"

اس وقت آپ نے فرمایا: "میری اور اس اعرابی کی مثال سنو! جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے، وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔

آخر اونٹنی والے نے کہا: "لوگو! تم ایک طرف ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو، اس کی خوخصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے"۔ چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا۔ زمین سے گھانس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا، وہ آ گئی۔ اس نے اس کی نکیل تھام لی اور پالان و کجاوہ ڈال دیا۔ سنو! اس کے پہلی دفعہ کے بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا۔

جیسے فرمان الٰہی ہے کہ اے نبی! مومنوں کے سامنے اپنا بازو پست رکھو۔ لوگ میری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔ تو ہمیشہ اپنا بھروسہ رب عزیز و رحیم پر رکھ۔ (26- الشعراء:215-217)

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو ۔ رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

ایک لیڈر کی یہ 4 خوبیاں ہونی لازمی ہیں۔ اور ہم سب ماں ہونے کے ناطے سے بھی لیڈر ہیں۔

نرم دم جستجو، اندر ایک تڑپ ہو، اندر ایک آگ لگی ہو۔ لیڈر شپ کی پہلی کوالٹی کہ اندر تڑپ ہو۔ آپ خود تڑپ رہے ہیں تو دوسروں کو بتائیں گے۔ لیکن آپ خود ٹھنڈے ہیں اندر تڑپ ہی کوئی نہیں تو دوسروں کو کیا بتائیں گے۔ اندر سے لیڈر ہل چل والے ہوتے ہیں۔

نرم دم گفتگو۔۔ جن سے کام کروانے ہیں ان سے نرمی سے بات کریں

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

تنہائی میں ہو یا محفل میں دل پاک ہو۔

جب دل پاک ہو تو اللہ ہمیں یہی حرص لگا دیتا ہے جو نبی پاکؐ کی تھی۔

منافقوں کو اللہ کا دین بہت ناپسند تھا ان کو لگتا تھا ہم اس کی وجہ سے مشکل میں پڑ گئے ہیں۔

ایسے لوگوں کو نبی کا حریص ہونا بھی فائدہ نہیں دے پایا۔

اللہ کے نبیؐ کے بارے میں ایک بات آتی ہے کہ وہ نبیؐ تم پر مصیبت کے دروازے نہیں کھول رہا، بلکہ تم پر آنے والی مصیبتیں اسے پریشان کر رہی ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر اور ان کی خاندان کو تپتے ہوئے ریگستان میں تڑپتے ہوئے دیکھا۔ بی بی سمعیہ ماں تھیں، یاسر باپ تھے اور عمار بیٹے تھے۔ یہ ابو جہل کے غلام تھے۔ اُس نے اسلام قبول کرنے پر ان سب کو نیچے ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو مشکل میں دیکھ کر کہا کہ تمہیں جنت پکار رہی ہے۔ اے آلِ یاسر میں تمہیں جنت کی خوش خبریاں دیتا ہوں۔ باقی لوگ تو تنہا تنہا جنت میں جائیں گے لیکن آپ پورے گھرانے کے ساتھ جائیں گے۔

بغیر قربانیوں کے دین کی بہار نہیں آتی، یہ نبیؐ کا احسان ہے کہ تمہیں نیکیوں کے مواقع دے رہا ہے۔ تم اسے مشکل سمجھتے ہو، وہ تمہیں مشکل میں ڈال رہا ہے کہ ایک بہت بڑی مشکل جو تم سب کے سروں پر آنے والی ہے وہ تمہیں اس سے دُور کر دے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

یہ سارے غموں کی دعا ہے۔ حدیث میں آتا ہے جو شخص صبح اور شام 7،7 بار یہ کلمات ادا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے سارے کاموں کے لیے کافی ہو گا۔

حضرت عمرؓ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ تین آیتیں ہوتی تو میں انہیں قرآن کی الگ سورت کی طرح لکھوا دیتا۔

حضرت حارث بن حذیمہؓ اِن آیات کو لے کر آئے تو حضرت عمرؓ نے گواہ طلب کیا تو کہا ہاں! یہ دو آیات اللہ کے نبی نے پڑھائی ہیں۔ حضرت عمرؓ کو نہیں پتہ تھا کہ یہ آیات سورۃ توبہ کی آخر میں ہیں۔ جب گواہی آئی تو آپ مان گئے۔ اور سورۃ توبہ کے آخر میں لکھوا دیا۔

کعف بن مالک کی بات سے ایک اور بات پتہ چلتی ہے کہ جو اللہ کرے اور اس کا رسول ﷺ بھی؛ لوگ کہتے ہیں کہ جو اللہ چاہے اور اس کا رسول چاہے۔ اگر رسول چاہتا تو 50 دن ایسے مشکل آسکتی تھی؟ شفاعت کا تصور واضح ہو رہا ہے کہ دُنیا میں اللہ کے نبی ﷺ 50 دِن تک اپنے اِن ساتھیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکے جب تک اللہ نے نہ چاہا تو قیامت میں یہ کیسے ہو گا؟

اللہ تعالیٰ سے دُعا کہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا کرے۔ آمین